نقد ونظر

مبشر حسین لاہوری

عید میلاد کی تاریخ وارتقا اور مجوزین کے دلائل

بلاناغہ ہر سال ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو 'عید میلاد النبیؐ' کے نام پر جشن منایا جاتا ہے۔ ربیع الاول کے شروع ہوتے ہی اس جشن میلاد کی تقریبات کے انتظامات شروع ہوجاتے ہیں۔ نوجوان گلی کوچوں اور چوراہوں میں راہ گیروں کا راستہ روک کر زبردستی چندے وصول کرتے ہیں۔ علما حضرات مسجدوں میں جشن ولادت منانے کے لئے دستِ سوال دراز کرتے ہیں۔ پھر بارہ ربیع الاول کو نبی اکرمؐ کے یوم ولادت کی مناسبت سے جلوس نکالے جاتے ہیں، شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، پرتکلف دعوتوں کا اہتمام کیا جاتا اور گلیوں، بازاروں، گھروں اور مسجدوں میں چراغاں کیا جاتا ہے، جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، تانگوں، گدھا گاڑیوں اور بسوں میں سوار ہوکر پورے ملک میں اللہ کے رسولؐ سے محبت کا بھرپور اظہار کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ جشن، یہ میلاد اور یہ سلسلۂ تقریبات اللہ کے رسولؐ سے محبت کے اظہار کا ذریعہ گردانا جاتا ہے اس لئے چاروناچار حبِ رسول سے سرشار ہر پیروجوان حسبِ حیثیت اس میں شمولیت کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔ گورنمنٹ بھی عوام کے جذبات کا خیال رکھتے اور حضورِ اکرم ﷺ کی رسالت کا احترام کرتے ہوئے سرکاری طور پر چھٹی کا نہ صرف اعلان کرتی ہے بلکہ حکومتی سطح پر بڑی بڑی سیرت کانفرنسوں کا بھی انعقاد کرتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کا اظہار بجا ہے اور آپؐ کی عقیدت واحترام کا جذبہ بھی قابل تحسین ہے.....مگر دیکھنا یہ ہے کہ حضورؐ سے محبت کا یہ طریقہ اور جشن وجلوس کا یہ سلسلہ حضورؐ کے لائے ہوئے دین کی رو سے جائز بھی ہے یا نہیں.....؟ شریعت کی عدالت میں اس کی کوئی حیثیت بھی ہے یا نہیں؟ اور اللہ کی بارگاہ میں یہ قابل قبول بھی ہے یا نہیں.....؟!

عیدِ میلاد چونکہ آنحضرتؐ سے محبت کے جذبہ سے منائی جاتی ہے۔ اسلئے مناسب معلوم

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے کہ سردست آنحضرتؐ سے محبت اور اسکے معیار وتقاضے پر بھی روشنی ڈال دی جائے۔

حضورؐ سے محبت کا معیار

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرتؐ سے سچی قلبی محبت جزوِایمان ہے اور وہ بندہ ایمان سے تہی دامن ہے جس کا دل آنحضرتؐ کی محبت سے خالی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک ایماندار نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے والد اور اولاد سے بھی زیادہ اس کا محبوب نہ بن جاؤں۔'' (بخاری: کتاب الایمان: باب حب رسول من الایمان؛۱۴)

صحیح بخاری ہی کی دوسری حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار کہلانے کا مستحق نہیں جب تک کہ اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر اس کے دل میں میری محبت نہ پیدا ہوجائے۔'' (ایضاً؛۱۵)

لیکن اس محبت کا معیار اور تقاضا کیا ہے؟ کیا محض زبان سے محبت کا دعویٰ کردینا ہی کافی ہے یا اس کے لئے کوئی عملی ثبوت بھی مہیا کرنا ہوگا؟ صاف ظاہر ہے کہ محض زبانی دعویٰ کوئی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ اس کے ساتھ عملی ثبوت بھی ضروری ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے جسم و جان پر اللہ کے رسولؐ کے ارشادات وفرمودات کی حاکمیت ہو، اس کا ہر کام شریعت نبوی کے مطابق ہو، اس کا ہر قول حدیثِ نبوی کی روشنی میں صادر ہوتا ہو۔ اس کی ساری زندگی اللہ کے رسول کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق مرتب ہو۔ اللہ کے رسولؐ کی اطاعت وفرمانبرداری ہی کو وہ معیارِ نجات سمجھتا ہو اور آپؐ کی نافرمانی کو موجبِ عذاب خیال کرتا ہو۔ لیکن اگر اس کے برعکس کوئی شخص ہر آن اللہ کے رسولؐ کی حکم عدولی کرتا ہو اور آپ کی سنت و ہدایت کے مقابلہ میں بدعات ورسومات کو ترجیح دیتا ہو تو ایسا شخص 'عشق رسولؐ' اور حبِ رسول کا لاکھ دعویٰ کرے یہ کبھی اپنے دعویٰ میں سچا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ اپنے تئیں سچا سمجھتا ہے تو سمجھتا رہے مگر اللہ کے رسول ایسے نافرمان اور سنت کے تارک سے بری ہیں کیونکہ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے:

"فمن رغب عن سنتي فليس مني" (بخاری؛۵۰۶۳)

www.KitaboSunnat.com

''جس نے میری سنت سے روگردانی کی، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

تیسری عید کہاں سے آئی؟

۱۲/ربیع الاول کو نہ صرف آنحضرت ﷺ کے یومِ ولادت کی خوشی منائی جاتی ہے بلکہ اسے تیسری 'عید' سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، حالانکہ اسلام میں صرف دو عیدیں (عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ) ہیں۔ ان دو عیدوں کو خوشی کا تہوار آنحضرتؐ نے بذاتِ خود اسی طرح مقرر فرمایا ہے جس طرح آپؐ نے حلال وحرام کو متعین فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ خوشی کے دو تہوار منایا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کے استفسار پر انہوں نے کہا کہ قدیم دورِ جاہلیت سے ہم اسی طرح یہ تہوار مناتے آرہے ہیں تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: "إن الله قد أبدلكم بهما خيرا منهما يوم الأضحٰى ويوم الفطر" (ابوداود: کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین؛ ۱۹۳۱)

''اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں کے بدلے میں تمہیں ان سے بہتر دو خوشی کے دن عطا فرمائے ہیں؛ ایک عیدالفطر اور دوسرا عیدالاضحیٰ ہے۔''

ان دونوں عیدوں کے موقع پر باادب طریقہ سے نمازِ عید ادا کی جاتی اور اللہ کا شکر بجالایا جاتا ہے۔ نیز عیدالاضحیٰ کے موقع پر جانور قربان کئے جاتے ہیں، مگر ۱۲/ربیع الاول کی 'عیدمیلاد' کو اوّل تو آنحضرتؐ نے مقرر ہی نہیں فرمایا پھر اسے عید قرار دینے والے اس روز نمازِ عید کی طرح کوئی نماز ادا نہیں کرتے اور نہ ہی عیدالاضحیٰ کی طرح قربانیاں کرتے ہیں اور فی الواقع ایسا کیا بھی نہیں جاسکتا کیونکہ یہ 'عید' ہے ہی نہیں مگر اس کے باوجود اسے عید ہی قرار دینا بے جا تحکم، ہٹ دھرمی اور شریعت کی خلاف ورزی نہیں تو پھر کیا ہے؟

یہ جشنِ ولادت ہے یا جشنِ وفات؟

۱۲/ربیع الاول کے حوالہ سے عوام کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ آنحضرتؐ کی ولادت کا دن ہے حالانکہ ۱۲ ربیع الاول کے یوم ولادت ہونے پر مؤرخین کا ہرگز اتفاق نہیں۔ البتہ اس بات پر تقریباً تمام مؤرخین اور سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ ۱۲/ربیع الاول کو حضورؐ کی وفات ہوئی۔ جیسا کہ مندرجہ تفصیل سے واضح ہوتا ہے:

www.KitaboSunnat.com

یومِ ولادت کی تاریخ

تمام مؤرخین اور اصحابِ سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادت باسعادت سوموار کے دن ہوئی جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی درج ذیل روایت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب اللہ کے رسولؐ سے سوموار کے روزہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے ارشادفرمایا: "ذاك يوم ولدت فيه ويوم بعثت أو أنزل على فيه"

''یہی وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا اور جس میں مجھے منصبِ رسالت سے سرفراز کیا گیا'' (مسلم: كتاب الصيام: باب استحباب صيام ثلاثة ايام ؛١١٦٢)

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ حضورؐ کی تاریخ ولادت کیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ حضورؐ عام الفیل (یعنی جس سال ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر سے بیت اللہ شریف پر حملہ کیا) میں پیدا ہوئے۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس میں بھی اختلاف نہیں کہ آپؐ سوموار کے روز پیدا ہوئے۔ نیز لکھتے ہیں کہ جمہور اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ آپؐ ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے لیکن یہ کہ آپؐ اس ماہ کے اول، آخر یا درمیان یا کس تاریخ کو پیدا ہوئے؟ اس میں مؤرخین اور سیرت نگاروں کے متعدد اقوال ہیں کسی نے ربیع الاول کی دو تاریخ کہا، کسی نے آٹھ، کسی نے دس، کسی نے بارہ، کسی نے سترہ، کسی نے اٹھارہ اور کسی نے بائیس ربیع الاول کہا۔ پھر حافظ ابن کثیر نے ان اقوال میں سے دو کو راجح قرار دیا، ایک بارہ اور دوسرا آٹھ اور پھر خود ان دو میں سے آٹھ ربیع الاول کے یوم ولادت ہونے کو راجح قرار دیا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ: ص۲۵۹ تا ۲۶۲/ج۲)

علاوہ ازیں بہت محققین نے ۱۲ کی بجائے ۹ ربیع الاول کو یومِ ولادت ثابت کیا ہے، مثلاً

① **قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت دان:** قسطنطنیہ (استنبول) کے معروف ماہر فلکیات اور مشہور ہیئت دان محمود پاشا فلکی نے اپنی کتاب 'التقویم العربی قبل الاسلام' میں ریاضی کے اصول وقواعد کی روشنی میں متعدد جدول بنا کر یہ ثابت کیا ہے کہ

''عام الفیل ماہ ربیع الاول میں بروز سوموار کی صحت کو پیش نظر اور فرزندِ رسول 'حضرت ابراہیمؓ' کے یومِ وفات پر سورج گرہن لگنے کے حساب کو مدنظر رکھا جائے تو

www.KitaboSunnat.com

آنحضرتؐ کی وفات کی صحیح تاریخ ۹ ربیع الاول ہی قرار پاتی ہے اور شمسی عیسوی تقویم کے حساب سے یومِ ولادت کا وقت ۲۰/اپریل ۵۷۱ء بروز پیر کی صبح قرار پاتا ہے۔''

(بحوالہ محاضراتِ تاریخ الامم الاسلامیہ از خضری بک: ص۶۲ ج۱/ حدائق الانوار: ص۲۹ ر ج۱)

② رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے زیر اہتمام سیرت نگاری کے عالمی مقابلہ میں اوّل انعام پانے والی کتاب 'الرحیق المختوم' کے مصنف کے بقول

''رسول اللہؐ مکہ میں شعب بنی ہاشم کے اندر ۹/ربیع الاول سن ۱، عام الفیل یوم دوشنبہ (سوموار) کو صبح کے وقت پیدا ہوئے۔'' (ص:۱۰۱)

③ برصغیر کے معروف مؤرخین مثلاً علامہ شبلی نعمانی، قاضی سلیمان منصور پوری، اکبر شاہ نجیب آبادی وغیرہ نے بھی ۹/ربیع الاول کے یوم ولادت ہونے کو ازروئے تحقیقِ جدید صحیح ترین تاریخ ولادت قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سیرت النبی از شبلی نعمانی: ص۱۷۱/ ج۱/ تاریخ اسلام از اکبر شاہ: ص۸۷/ج۱/ رحمۃ للعالمین از منصور پوری: ص۳۶۱/ ج۲)

۱۲ ربیع الاول یوم وفات ہے!

جمہور مؤرخین اور سیرت نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ۱۲/ربیع الاول حضورؐ کا یوم وفات ہے۔ بطورِ مثال چند ایک حوالہ جات سپردِ قلم کئے جاتے ہیں:

① ابن سعد، حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو فوت ہوئے۔ (طبقات ابن سعد: ص۲۷۲ ج۲)

② حافظ ذہبی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے تاریخ اسلام از ذہبی: ص۵۶۹)

③ حافظ ابن کثیر ابن اسحٰق کے حوالہ سے رقم طراز ہیں کہ اللہ کے رسولؐ ۱۲/ربیع الاول کو فوت ہوئے۔ (البدایۃ والنھایۃ: ۵/۲۵۵)

④ مؤرخ ابن اثیر رقم طراز ہیں کہ نبی اکرمؐ ۱۲/ربیع الاول بروز سوموار فوت ہوئے۔ (اسد الغابۃ: ۱/۴۱/ الکامل: ۴/۲۱۹)

⑤ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اسے ہی جمہور کا موقف قرار دیا۔ (فتح الباری ۱۶/۲۶۱)

⑥ محدث ابن حبان کے بقول بھی تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول ہے۔ (السیرۃ النبویۃ

www.KitaboSunnat.com

لابن حبان: ص۴۰۴)

⑦ امام نووی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ (شرح مسلم: ۱۰۰/۱۵)

⑧ مؤرخ ومفسر ابن جریر طبری نے بھی ۱۲/ ربیع الاول کو تاریخ وفات قرار دیا ہے۔ (تاریخ طبری: ۳/۲۰۷)

⑨ امام بیہقی کی بھی یہی رائے ہے۔ (دلائل النبوۃ: ۷/۲۲۵)

⑩ ملا علی قاری کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۱۱/۱۰۴)

۱۱. سیرت نگار مولانا شبلی نعمانی کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (سیرت النبی: ص۱۸۳/ج۲)

۱۲. قاضی سلیمان منصور پوری کی بھی یہی رائے ہے۔ (رحمۃ للعالمین: ص۲۵۱ ج۱)

۱۳. صفی الرحمٰن مبارکپوری کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ (الرحیق: ص۷۵۲)

۱۴. ابوالحسن علی ندوی کی بھی یہی رائے ہے۔ (السیرۃ النبویۃ: ص۴۰۴)

۱۵. مولانا احمد رضا خان بریلوی کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ اللہ کے رسولؐ ۱۲ ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔ (ملفوظات)

ایک اور تاریخی حقیقت

گذشتہ حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ ۱۲/ربیع الاول یومِ ولادت نہیں بلکہ یوم وفات النبیؐ ہے اور برصغیر میں عرصۂ دراز تک اسے '۱۲ وفات' کے نام ہی سے پکارا جاتا رہا ہے۔ اس دن جشن اور خوشی منانے والوں پر جب یہ اعتراض ہونے لگے کہ یہ تو یوم وفات ہے اور تم وفات پر شادیانے بجاتے ہو!..... تو اس معقول اعتراض سے بچنے کے لئے کچھ لوگوں نے اس کا نام '۱۲ وفات' کی بجائے 'عید میلادؐ' رکھ دیا جیسا کہ روزنامہ 'مشرق' لاہور کی ۲۶/ جولائی ۱۹۸۴ء کی درج ذیل خبر سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے:

> ''اس سے پیشتر یہ یوم بارہ وفات کے نام سے منسوب تھا مگر بعد میں انجمن نعمانیہ ٹکسالی گیٹ کے زیر اہتمام پیر جماعت علی شاہ، مولانا محمد بخش مسلم، نور بخش توکلی اور دیگر علما نے ایک قرارداد کے ذریعے اسے 'میلاد النبیؐ' کا نام دے دیا۔''

قصہ مختصر کہ اس روز جشن اور خوشیاں منانے والوں کو یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ وہ

www.KitaboSunnat.com

جس تاریخ کو خوشیاں مناتے ہیں، وہ نبی اکرم ﷺ کا یومِ پیدائش نہیں بلکہ یوم وفات ہے!

اگر یہ جشن ولادت ہے تو تب بھی بدعت ہے!

اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ۱۲/ربیع الاول ہی آنحضرت ﷺ کا یومِ ولادت ہے تو تب بھی اس تاریخ کو جشن عید اور خوشیاں منانا اور اسے کارِ ثواب سمجھنا از روئے شریعت درست نہیں کیونکہ جب خود حضورؐ نے اپنی ولادت کا 'جشن' نہیں منایا، کبھی 'عیدمیلاد' کا انتظام یا حکم نہیں فرمایا، نہ ہی صحابہ کرام نے کبھی یہ خودساختہ 'عیدمیلاد' منائی اور نہ تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین اور ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ) سے اس کا کوئی ثبوت فراہم ہوتا ہے تو لامحالہ یہ دین میں اضافہ ہے جسے آپ بدعت کہیں یا کچھ اور..... بہرصورت اگر اسے کارِ ثواب ہی قرار دینا ہے تو پھر اس ہٹ دھرمی سے پہلے اعلان کردیجئے کہ آنحضرتؐ سمیت تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین وغیرہ اس ثواب سے محروم رہے اور ہم گنہگار (نعوذ باللہ) ان عظیم لوگوں سے سبقت لے گئے ہیں!

بدعتِ عیدمیلاد کا موجد کون؟

عیدمیلاد کا جشن سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں رافضی و غالی شیعہ جنہیں فاطمی بھی کہا جاتا ہے، نے حبِ نبوی اور حبِ اہل بیت کی آڑ میں اس وقت جاری کیا جب انہیں مصر میں باقاعدہ حکومت و اقتدار مل گیا۔ ان لوگوں نے نہ صرف 'میلاد النبیؐ' کا تہوار جاری کیا بلکہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے 'میلاد' بھی سرکاری سطح پر جاری کئے۔ اس کے ثبوت اور حوالہ جات سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان فاطمیوں اور رافضیوں کے عقائد واعمال پر بھی روشنی ڈال دی جائے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ

> ''یہ کافر و فاسق، فاجر وملحد، زندیق و بے دین، اسلام کے منکر اور مجوسیت وثنویت کے معتقد تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو پامال کیا، زنا کو جائز، شراب اور خون ریزی کو حلال قرار دیا۔ یہ دیگر انبیا کو گالیاں دیتے اور سلف صالحین پر لعن طعن کرتے تھے۔''

نیز لکھتے ہیں کہ ''فاطمی خلفاء بڑے مالدار، عیاش اور جابر وسرکش تھے۔ ان کے

www.KitaboSunnat.com

ظاہر و باطن میں نجاست کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کے دورِ حکومت میں منکرات و بدعات ظہور پذیر ہوئیں..... سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۴ ہجری میں مصر پر چڑھائی کی اور ۵۶۸ ہجری تک ان کا نام ونشان مٹا دیا۔''

(البدایۃ والنھایۃ: ۱۱/۲۵۵ تا ۲۷۱)

بدعتِ عید میلاد اور میلاد حسن وحسین کے موجد یہی فاطمی شیعہ تھے اس کے ثبوت کے لئے چند حوالہ جات ذکر کئے جاتے ہیں:

① مصر ہی کے ایک معروف مفتی علامہ محمد بخیت اپنی کتاب ''أحسن الكلام فيما يتعلق بالسنة والبدعة من الأحكام'' میں صفحہ ۴۴، ۴۵ پر رقم طراز ہیں کہ

''إن أول من أحدثها بالقاهرة الخلفاء الفاطميون وأولهم المعز لِدين الله توجه من المغرب إلى مصر فى شوال سنة (٣٦١ھ) إحدى وستين وثلاث مائة هجرية .....''

''سب سے پہلے قاہرہ (مصر) میں عید میلاد فاطمی حکمرانوں نے ایجاد کی اور ان فاطمیوں میں سے بھی المعزلدین اللہ سرفہرست ہے۔ جس کے عہدِ حکومت میں چھ میلاد ایجاد کئے گئے یعنی میلاد النبیؐ، میلادِ علیؓ، میلادِ فاطمہؓ، میلادِ حسنؓ، میلادِ حسینؓ، اور حاکم وقت کا میلاد..... یہ میلاد بھرپور رسم و رواج کے ساتھ جاری رہے حتیٰ کہ افضل بن امیر الجیوش نے بالآخر انہیں ختم کیا۔''

② علامہ تقی الدین احمد بن علی مقریزی اس بدعت کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں:

''كان للخلفاء الفاطميين فى طول السنة أعياد ومواسم وهى موسم رأس السنة وموسم أول العام ويوم عاشوراء ومولد النبى ﷺ ومولد على بن أبى طالب ومولد فاطمة الزهرأ ومولد الحسن ومولد الحسين ومولد الخليفة الحاضر''(المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار: ج۱ص۴۹۰)

''فاطمی حکمران سال بھر میلاد، تہوار اور جشن مناتے رہتے۔ اس سلسلے میں ہر سال کے آغاز (New year) پر اور عاشورا کے روز جشن منایا جاتا۔ اسی طرح میلاد النبیؐ، میلادِ علیؓ، میلاد فاطمۃ الزہراؓ، میلادِ حسنؓ، میلاد حسینؓ اور حاکم وقت کا میلاد بھی منایا جاتا۔''

③ علامہ ابوالعباس احمد بن علی قلقشندی بھی اسی بات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

www.KitaboSunnat.com

''فاطمی حکمران ۱۲ ربیع الاول کو تیسرا جلوس نکالتے تھے اور اس جلوس کے موقع پر ان کا معمول یہ تھا کہ دار الفطرۃ (مقام) میں ۲۰ قنطار (پیمانہ) عمدہ شکر سے انواع واقسام کا حلوہ تیار کیا جاتا اور پیتل کے ۳۰۰ خوبصورت برتنوں میں ڈال لیا جاتا۔ پھر جب میلاد کی رات ہوتی تو شریک میلاد مختلف لوگ مثلاً قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) داعی ومبلغ اور خطباء وقرأ حضرات، قاہرہ اور مصر کی دیگر یونیورسٹیوں کے اعلیٰ عہدیداران اور مزاروں وغیرہ کے دربان ونگران حضرات میں تقسیم کیا جاتا۔''

(دیکھئے: صبح الأعشی فی صناعۃ الانشاء، ج ۳ ص ۴۹۸ تا ۴۹۹)

بدعت میلاد سے متعلقہ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے الابداع في مضار الابتداع (ص ۱۲۶) از شیخ علی محفوظ، البدعة ضوابطها وأثرها السيئة في الأمة (ص ۱۶ تا ۲۱) از ڈاکٹر علی بن محمد ناصر، القول الفصل في حكم الاحتفال بمولد خير الرسل (ص ۶۴ تا ۷۲) از شیخ اسماعیل بن محمد الانصاری، المحاضرات الفكرية، ص ۸۴ از سید علی فکری.....وغیرہ

بدعت میلاد؛ مصر کے فاطمیوں سے عراق (اربل وموصل) کے سنّیوں تک

عیدوں اور میلادوں کا جو سلسلہ مصر کے رافضی حکمرانوں نے ایجاد کیا تھا، وہ اگرچہ خلیفہ افضل بن امیر الجیوش نے اپنے عہد حکومت میں ختم کردیا مگر اس کے مضر اثرات اطراف واکناف میں پھیل چکے تھے۔ حتیٰ کہ رافضی شیعوں سے سخت عداوت رکھنے والے سنی بھی ان کی دیکھا دیکھی عید میلاد منانے لگے۔ البتہ سنیوں نے اتنی ترمیم ضرور کرلی کہ شیعوں کی طرح میلادِ علیؓ، میلادِ حسنؓ وحسینؓ وغیرہ کی بجائے صرف میلاد النبیؐ پر زور دیا۔ چنانچہ ابو محمد عبدالرحمٰن بن اسماعیل المعروف ابوشامہ کے بقول:

"وكان أول من فعل ذلك بالموصل الشيخ عمر بن محمد الملا أحد الصالحين المشهورين وبه اقتدى فى ذلك صاحب إربل وغيره"

(الباعث علی انکار البدع والحوادث ص ۲۱)

''(سنیوں میں سے) سب سے پہلے موصل شہر میں عمر بن محمد ملا نامی معروف زاہد نے میلاد منایا۔ پھر اس کی دیکھا دیکھی 'اربل' کے حاکم نے بھی (سرکاری طور پر) جشن میلاد منانا شروع کردیا۔''

www.KitaboSunnat.com

اربل کا یہ حاکم ابوسعید کوکبوری بن ابی الحسن علی بن بکتیکین بن محمد تھا جو مظفر الدین کوکبوری کے لقب سے معروف تھا۔ ۵۸۶ ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے اربل کا گورنر مقرر کیا مگر یہ بے دین، عیاش اور ظالم وسرکش ثابت ہوا جیسا کہ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ:

''یہ گورنر بڑا ظالم تھا، عوام پر بڑا تشدد کرتا، بلا وجہ لوگوں کے اَموال ہتھیا لیتا اور اس مال ودولت کو غریبوں، فقیروں پر خرچ کرتا اور قیدیوں کو آزاد کرنے میں صرف کرتا اور ایسے ہی شخص کے بارے میں شاعر کہتا ہے کہ ؎

كساعية للخير من كسب فرجها لك الويل لا تزنى ولا تتصدقى

''یہ تو اس عورت کی طرح ہے جو بدکاری کی کمائی سے صدقہ خیرات کرتی ہے۔ اے بدکار عورت! تیرے لئے ہلاکت ہے۔ نہ تو زنا کر اور نہ ایسی گندی کمائی سے صدقہ کر۔'' (معجم البلدان: ص۱۳۸، ج۱)

اسی 'صاحبِ اربل' ہی کے بارے میں امام سیوطی رقم طراز ہیں کہ

"وأول من أحدث فعل ذلك صاحب إربل الملك المظفر أبو سعيد كوكبوري" (الحاوی للفتاوی: ص۱۸۹ ج۱)

''سب سے پہلے (اربل میں) جس نے عیدِ میلاد کی بدعت ایجاد کی، وہ اربل کا حاکم الملک المظفر ابوسعید کوکبوری تھا۔''

شاہِ اربل بدعتِ میلاد کا انعقاد کس جوش وخروش اور اہتمام وانصرام سے مناتا تھا، اس کا تذکرہ ابن خلکان نے ان الفاظ میں کیا ہے:

''محرم کے شروع ہوتے ہی بغداد، موصل، جزیرہ، سنجار، نصیبین اور عجم کے شہروں سے فقہا، صوفیا، وعظا، قرأ اور شعرا حضرات اربل آنا شروع ہوجاتے اور شاہ اربل مظفر الدین کوکبوری ان 'مہمانوں' کے لئے چار چار، پانچ پانچ منزلہ لکڑی کے قبے تیار کرواتا۔ ان میں سب سے بڑا قبہ اور خیمہ خود بادشاہ کا ہوتا اور باقی دیگر ارکانِ حکومت کے لئے ہوتے۔ ماہِ صفر کے آغاز میں ان قبوں اور خیموں کو خوب سجا دیا جاتا اور ہر قبے میں آلاتِ رقص وسرود کا اہتمام کیا جاتا۔ ان دنوں لوگ اپنی کاروباری اور تجارتی مصروفیات معطل کر کے سیر وتفریح کے لئے یہاں جمع ہوتے۔ حاکم وقت ہر روز عصر کے بعد ان قبوں کی طرف نکلتا اور کسی ایک قبے میں رقص وسرود کی محفل سے لطف

www.KitaboSunnat.com

اندوز ہوتا۔ پھر وہیں محفل میں رات گزارتا اور صبح کے وقت شکار کے لئے نکل جاتا، پھر بوقتِ دوپہر اپنے محل میں واپس لوٹ آتا۔ عیدِ میلاد تک شاہِ اربل کا یہی معمول رہتا۔ ایک سال ۸/ربیع الاول اور ایک سال ۱۲/ربیع الاول کو عیدمیلاد منائی جاتی۔ اس لئے کہ (اس وقت بھی) آنحضرتؐ کے یوم ولادت کی تعیین میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ عیدمیلاد سے دو دن پہلے شاہِ اربل اونٹوں، گائیوں اور بکریوں کی بہت بڑی تعداد اور طبلے، سارنگیاں وغیرہ کے ساتھ میلاد منانے نکلتا اور ان جانوروں کو ذبح کرکے شرکائے میلاد کی پرتکلف دعوت کی جاتی۔''

(وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان لابن خلکان: ص۱۱۷/ج۴)

سبط ابن جوزی کا بیان ہے کہ

''اس بادشاہ (کوکبوری) کے منعقد کردہ جشن میلاد کے دسترخوان پر حاضر ہونے والے ایک شخص کا بیان ہے اس نے دسترخوان پر ۵ ہزار بھنے ہوئے بکرے، دس ہزار مرغیاں، ۱۰۰ گھوڑے، ایک لاکھ پیالے اور ۳۰ ہزار حلوے کی پلیٹیں شمار کیں۔ اس کے پاس محفل میلاد میں بڑے بڑے مولوی اور صوفی حاضر ہوتے جنہیں وہ خلعتِ فاخرہ سے نوازتا، ان کے لئے خیرات کے دروازے کھول دیتا اور صوفیا کے لئے ظہر سے فجر تک مسلسل محفل سماع منعقد کراتا جس میں وہ بذاتِ خود شریک ہوکر رقص کرتا۔ ہر سال اس محفل میلاد پر یہ بادشاہ تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔'' (مرآۃ الزمان: ص۲۸۱ ج۸)

بدعتِ میلاد اور نفس پرست علماء

بدعتِ میلاد جب شیعوں سے سنّیوں اور سنّیوں کے بھی بادشاہوں میں رائج ہوگئی تو اب ان بادشاہوں کے خلاف آوازِ حق بلند کرنا یا دوسرے لفظوں میں ان کے بدعات وخرافات پر مذمت کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ بعض خودغرض مولویوں نے بادشاہِ وقت کی ان تمام خرافات کو عین شریعت اور کارِ ثواب قرار دے دیا۔ چنانچہ عمر بن حسن المعروف ابن دحیہ اندلسی نامی ایک مولوی نے "التنوير في مولد البشير والنذير" نامی کتاب لکھی جس میں قرآن وسنت کے نصوص کو سیاق وسباق سے کاٹ کر اور انہیں تاویلاتِ باطلہ کا لبادہ اوڑھا کر عیدِ میلاد کو شرعی امر ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی اور بادشاہِ وقت سے ہزار دینار انعام حاصل

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ (ملاحظہ ہو البدایۃ والنھایۃ: ۱۳/۱۲۴/ وفیات الاعیان: ۴/۱۱۹/ الحاوی للفتاوی: ۱/۱۸۹)

واضح رہے کہ اس ابن دحیہ اندلسی کو محدثین نے ضعیف اور ناقابل اعتماد راوی قرار دیا ہے مثلاً امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ متہم (جس پر جھوٹ کا الزام ہو) راوی ہے۔ (میزان الاعتدال: ۳/۱۸۶) اسی طرح حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ''یہ ظاہری مذہب کا حامل تھا۔ ائمہ کرام اور سلف صالحین کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ خبیث اللسان، احمق، شدید متکبر، دینی اُمور میں کم علم اور بے عمل شخص تھا۔'' (لسان المیزان: ص۲۹۶/ ج۴)

بدعتِ میلاد برصغیر (لاہور) میں!

گذشتہ صفحات میں یہ بات بتائی جاچکی ہے کہ بدعتِ میلاد چوتھی صدی ہجری (۳۶۱ھ) میں مصر کے فاطمیوں (غالی شیعہ) نے ایجاد کی پھر چھٹی صدی ہجری میں سنیوں میں بھی یہ رواج پاگئی۔ تاہم گردشِ ایام کے ساتھ یہ بدعت طبعی موت مرگئی۔ پھر برسوں بعد برصغیر میں انگریز کے آخری دور میں یہ دوبارہ زندہ ہوگئی۔ اس لئے کہ برصغیر کی عیسائی حکومت ہر ۲۵ دسمبر کو سرکاری سطح پر حضرت عیسیٰؑ کے یومِ ولادت کا جشن مناتی تھی جس کی دیکھا دیکھی بعض کم علم مسلمانوں نے حبِ نبوی کے احساس سے اپنے طور پر عید میلاد النبیؐ منانا شروع کردی۔ اگرچہ بعض لوگ بدعتِ میلاد کے قلابے اکبر دور سے ملاتے ہیں مگر معقول بات یہی دکھائی دیتی ہے کہ عیسائیوں کے کرسمس کے ردِعمل میں مسلمانوں نے عیدِ میلاد کو رواج دیا۔ اس سلسلے میں درج ذیل دو تاریخی حوالے قابل توجہ ہیں:

① روزنامہ 'کوہستان' ۲۲/ جولائی ۱۹۶۴ء میں احسان بی اے 'لاہور میں عید میلاد النبیؐ' کی سرخی کے تحت لکھتے ہیں کہ

> ''لاہور میں عید میلاد النبیؐ کا جلوس سب سے پہلے ۵/ جولائی ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲/ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ کو نکلا۔ اس کے لئے انگریزی حکومت سے باقاعدہ لائسنس حاصل کیا گیا تھا۔ اس کا اہتمام انجمن فرزندانِ توحید موچی دروازہ نے کیا۔ اس انجمن کا مقصد ہی اس کے جلوس کا اہتمام کرنا تھا۔ انجمن کی ابتدا ایک خوبصورت جذبہ سے ہوئی۔ موچی دروازہ لاہور کے ایک پرجوش نوجوان حافظ معراج الدین اکثر دیکھا کرتے تھے

www.KitaboSunnat.com

کہ ہندو اور سکھ اپنے دھرم کے بڑے آدمیوں کی یاد بڑے شاندار طریقے سے مناتے ہیں اور ان دنوں ایسے لمبے لمبے جلوس نکلتے ہیں کہ کئی بازار ان کی وجہ سے بند ہوجاتے ہیں۔ حافظ معراج الدین کے دل میں خیال آیا کہ دنیا کے لئے رحمت بن کر آنے والے حضرت محمدؐ کی یاد میں اس سے بھی زیادہ شاندار جلوس نکلنا چاہئے .....انہوں نے ایک انجمن قائم کی جس کا مقصد عید میلاد النبیؐ کے موقع پر جلوس مرتب کرنا تھا۔ اس میں مندرجہ ذیل عہدیدار تھے: (۱) صدر: مستری حسین بخش (۲) نائب صدر: مہر معراج دین (۳) حافظ معراج الدین (۴) پراپیگنڈہ سیکرٹری: میاں خیر دین بٹ (بابا خیرا) (۵) خزانچی: حکیم غلام ربانی.....اشتہارات کے ذریعہ جلوس نکالنے کے ارادہ کو مشتہر کیا گیا۔ چست اور چاق و چوبند نوجوانوں کی ایک رضا کار جماعت بنائی گئی اور جگہ جگہ نعتیں پڑھنے کا انتظام کیا گیا.....الخ''

② روزنامہ 'مشرق' مؤرخہ ۲۶/جنوری ۱۹۸۴ء (۱۲/ربیع الاول ۱۴۰۴ھ) میں مصطفیٰ کمال پاشا (صحافی) ''لاہور میں ۱۲ ربیع الاول کا جلوس کیسے شروع ہوا؟'' کی سرخی کے بعد لکھتے ہیں کہ

''آزادی سے پیشتر ہندوستان میں حکومتِ برطانیہ ۲۵ دسمبر کو حضرت عیسیٰؑ کے یوم پیدائش کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منانے کا انتظام کرتی اور اس روز کی فوقیت کو دوبالا کرنے کے لئے اس دن کو 'بڑے دن' کے نام سے منسوب کیا گیا .....تاکہ دنیا میں ثابت کیا جاسکے کہ حضرت مسیحؑ ہی نجات دہندہ تھے۔

حضور پاکؐ ۱۲/ربیع الاول کو اس دنیا میں تشریف لائے اور اسی روز وفات پائی۔ کچھ لوگ اس یومِ مقدس کو '۱۲ وفات' کے نام سے پکارتے ہیں۔ آزادی سے پیشتر اس یوم کے تقدس کے پیش نظر مسلمانانِ لاہور نے اظہارِ مسرت وعقیدت کے طور پر جلوس نکالنے کا فیصلہ کیا.....ان دنوں کانگریس اپنے اجتماع موری دروازہ میں منعقد کیا کرتی تھی اور اس کے مقابلہ میں مسلمان اپنے اجتماع موچی دروازہ لاہور میں منعقد کرتے تھے، لہٰذا موچی دروازہ کو سیاسی مرکز ہونے کے علاوہ سب سے پہلے عید میلاد النبیؐ کا جلوس نکالنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ علمی طور پر اس کی قیادت انجمن فرزندانِ توحید موچی گیٹ کے سپرد ہوئی۔ جس میں حافظ معراج دین.....وغیرہ شامل تھے۔

www.KitaboSunnat.com

انجمن کی زیر قیادت جلوس کو دلہن کی طرح سجایا جاتا۔ جلوس میں شامل نوجوانوں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جاتیں۔ سیاسی اور سماجی کارکنوں کے علاوہ جلوس کے آگے پہلوانوں کی ٹولی بھی شمولیت کرتی۔''

واضح رہے کہ ① روزنامہ کوہستان نے انجمن فرزندانِ توحید کے عہدیداران کی تصاویر اخبارِ مذکور میں شائع کیں اور ② روزنامہ مشرق نے اس لائسنس کا عکس بھی شامل اشاعت کیا جو (میلاد النبیؐ کے جلوس کی اجازت کے لئے) حکومتِ برطانیہ سے حاصل کیا گیا تھا۔ ③ علاوہ ازیں مذکورہ اخبارات کی فوٹو سٹیٹ تحریریں ماہنامہ 'حرمین' جامعہ علوم اثریہ، جہلم کے ادارہ کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔

بدعتِ عید میلاد سے متعلقہ شبہات کا ازالہ اور مجوزین کے دلائل کا جائزہ

عید میلاد کے بدعت ہونے میں کوئی شک تو باقی نہیں رہ جاتا مگر اس کے باوجود بعض علما اسے کسی نہ کسی طرح شرعی لبادہ پہنانا چاہتے ہیں خواہ اس کے لئے انہیں قرآنی آیات میں کھینچا تانی کرنا پڑے یا کفار (ابولہب وغیرہ) کے عمل سے استدلال کرنا پڑے مگر حق بہرحال حق ہے جو باطل کی ملمع سازیوں کے باوجود آخر کار نکھر ہی آتا ہے۔ اس لئے آئندہ سطور میں بدعتِ میلاد کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

قرآنی دلائل

❶ ﴿يٰأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں، ان کے لئے شفا ہے اور وہ رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔ (اے نبیؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔'' (یونس: ۵۷، ۵۸)

اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت وغیرہ حضورؐ کی پیدائش اور تشریف آوری ہی پر موقوف ہے۔ اس لئے سب سے بڑی رحمت ونعمت تو خود حضورؐ

www.KitaboSunnat.com

کی ذاتِ گرامی ٹھہری، لہٰذا آپؐ کی تشریف آوری پر خوشی منانا چاہئے اور فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا میں بھی خوشی منانے کا حکم ہے۔

جواب: ① سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید آنحضرتؐ پر نازل ہوا اور آپؐ ہی حکم خداوندی سے اس کی قولی وعملی تفسیر وتشریح فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ کی رسالت وبعثت کے بعد ۲۳ مرتبہ یہ دن آیا مگر آپؐ نے ایک مرتبہ بھی اس کی قولی وعملی تفسیر فرماتے ہوئے عیدِ میلاد نہیں منائی اور نہ ہی صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین، مفسرین ومحدثین وغیرہ کو اس آیت میں عیدِ میلاد نظر آئی مگر داد ہے ان نکتہ دانوں کے لئے جنہیں چودہ سو سال بعد خیال آیا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عید میلاد النبیؐ منانے کا حکم دیا ہے اور ان پاکباز ہستیوں کو یہ نکتہ رسی نہ سوجھی کہ جنہیں نزولِ قرآن کے وقت براہِ راست یہ حکم دیا گیا۔

② حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں ولادتِ نبوی ﷺ یا عید میلاد کا کوئی ذکر واشارہ تک بھی نہیں بلکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نزولِ قرآن کی نعمت پر خوش ہوجاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے اسے نازل کیا ہے۔

③ علاوہ ازیں خوشی کا تعلق انسان کی طبیعت اور قلبی کیفیت سے ہوتا ہے نہ کہ وقت اور دن کے ساتھ۔ اس لئے اگر نزولِ قرآن یا صاحبِ قرآن (آنحضرتؐ) پر خوش وخرم ہونے کا حکم ہے تو یہ خوشی قلبی طور پر ہر وقت موجود رہنی چاہئے، نہ کہ صرف ۱۲ ربیع الاول کو اس خوشی کا اظہار کرکے پورا سال عدمِ خوشی میں گزار دیا جائے۔ اگر آپ کہیں کہ خوشی تو سارا سال رہتی ہے تو پھر آپ سے ازراہِ ادب مطالبہ ہے کہ یا تو سارا سال بھی اسی طرح بھنگڑے ڈال کر اور جلوس نکال کر خوشی کا اظہار کیا کریں یا پھر باقی سال کی طرح ۱۲ ربیع الاول کو بھی سادگی سے گزارا کریں۔

❷ ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ (الضحیٰ:۱۱)

''اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔''

اس آیت سے بھی یہ کشید کیا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُمتِ مسلمہ کے لئے سب سے بڑی نعمت ہیں لہٰذا اس نعمتِ عظمیٰ کا اظہار بھی بڑے پرشوکت جشن وجلوس

www.KitaboSunnat.com

سے کرنا چاہئے۔

جواب: ① اس آیت میں اگرچہ انعاماتِ خداوندی کے اظہار کا ذکر ہے مگر سوال یہ ہے کہ آیا کسی نعمت کے اظہار کے لئے اسلام نے جلوس نکالنے کا حکم دیا ہے؟ مثلاً آپ کے گھر میں بیٹا پیدا ہو تو تحدیثِ نعمت کے طور پر آپ شہر بھر میں جلوس نکالیں گے؟ اگر آپ ہاں بھی کہہ دیں تو اللہ کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں، آخر کس کس نعمت پر جلوس نکالیں گے.....؟

② آنحضرتؐ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمیٰ ہیں مگر سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ صحابہ کرام نے اس نعمتِ عظمیٰ کی کس طرح قدر کی؟ کیا وہ آنحضرتؐ کا عید میلاد منا کر اور جلوس نکال کر آنحضرتؐ کی قدر ومنزلت کا خیال کیا کرتے تھے یا آپؐ کے اقوال وفرمودات پر عمل پیرا ہو کر اس نعمت کا اظہار کیا کرتے تھے؟ جس طرح صحابہ کرام کیا کرتے تھے، من وعن اسی طرح ہمیں بھی کرنا چاہئے۔ اگر وہ جلوس نکالا کرتے تھے تو ہمیں بھی ان کی اقتدا کرنی چاہئے اگر ان سے آنحضرتؐ کی زندگی یا بعد از وفات ایک مرتبہ بھی جشن وجلوس منانا ثابت نہیں تو پھر کم از کم ہمیں بھی اپنے رویے پر نظر ثانی کرنا چاہئے۔

③ یہ آیت آنحضرتؐ پر نازل ہوئی مگر آپؐ نے زندگی بھر ایک مرتبہ بھی عید میلاد نہیں منائی، پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اسے کارِ ثواب قرار دے کر دین میں اضافہ، اپنے عملوں کو برباد اور اللہ کے رسولؐ کی مخالفت کریں۔

❸ ﴿وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ﴾ (ابراہیم:۵)

''اور انہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلاؤ۔''

❹ ﴿وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴾ (مریم:۳۳)

''اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن کہ میں دوبارہ کھڑا کیا جاؤں گا، سلام ہی سلام ہے۔''

❺ ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الانشراح:۴) ''اور ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا''

جواب: ان تینوں آیات سے بھی عید میلاد ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ آیات میں کہیں جشن عید میلاد کا ذکر نہیں۔ اگر اس کا کوئی اشارہ بھی ہوتا تو وہ صحابہ کرام سے آخر کیسے مخفی رہ سکتا تھا؟!

www.KitaboSunnat.com

آیت نمبر 3 میں حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی قوم کو گذشتہ قوموں کے واقعات سے باخبر کریں کہ کس طرح ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے انہیں ہلاکت وعذاب سے دوچار کیا گیا اور اطاعت گزاروں کو کامیابی سے نوازا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ نے اپنی اصول تفسیر کی کتاب 'الفوز الکبیر' میں قرآنِ مجید کے پانچ علوم میں سے ایک کا نام 'علم التذکیر بایام اللہ' رکھا جس میں گذشتہ اقوام کے عروج وزوال، انعام واکرام یا ہلاکت وعذاب پر بحث کی جاتی ہے۔ اگر بالفرض اس آیت سے گذشتہ نبیوں کا میلاد منانا مراد ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے گذشتہ نبیوں کا میلاد کیوں نہ منایا؟ اور آنحضرتؐ نے حضرت موسیٰؑ وعیسیٰؑ وغیرہ کا میلاد کیوں نہ منایا؟

آیت نمبر 4 میں حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہے اور انہوں نے کبھی میلاد نہ منایا نہ ان کے حواریوں نے ایسا کیا البتہ ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کے عرصہ دراز بعد تقریباً ۳۳۶ء میں پہلی مرتبہ رومیوں نے اس بدعت کو دین عیسوی میں ایجاد کیا۔ روم کے عیسائی علما نے باہم مشورہ سے طے کیا کہ مقامی بت پرستوں کے مقابلہ میں مسیحیوں کی شناخت کے لئے بھی کوئی تہوار ہونا چاہئے۔ رومی بت پرست ۶/جنوری کو اپنے ایک دیوتا کے احترام میں تہوار مناتے تھے لہٰذا عیسائیوں نے بھی کرسمس کے لئے یہی تاریخ منتخب کی مگر بعد میں عیسائیوں نے ۲۵ دسمبر کو کرسمس منانے پر اتفاق کرلیا کیونکہ اس تاریخ کو سب سے بڑے دیوتا (یعنی سورج) کا تہوار منایا جاتا تھا۔ پھر دین عیسوی کی اس بدعت کو جب اللہ کے رسولؐ نے ہرگز اختیار نہیں کیا تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اس کی بنیاد پر میلاد النبیؐ منائیں۔

علاوہ ازیں اگر یوم ولادت سے عید میلاد منانے کا جواز ہے تو پھر اس آیت میں موجود يَوْمَ أَمُوْتُ سے 'یومِ سوگ' بھی منانا چاہئے۔ اگر 'یوم سوگ' نہیں تو پھر جشن ولادت ہی کیوں؟

آیت نمبر 5 میں اللہ کے رسولؐ کی عظمت و رفعت کا ذکر ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے، بدعتِ میلاد کے مرہون منت قرار نہیں دیا۔ لیکن اگر اللہ کے رسولؐ کی رفعت وعظمت جشن میلاد ہی سے ممکن ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ جب تک یہ بدعت ایجاد نہیں ہوئی تھی تب تک حضورؐ کی رفعت کیسے قائم رہی؟

www.KitaboSunnat.com

اختلاف صرف اظہارِ خوشی کے طریقے پر ہے!

یہاں اس شبہ کا اِزالہ بھی ہوجانا چاہئے کہ میلا دنہ منانے والوں کے بارے میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں آنحضرتؐ کی تشریف آوری اور رسالت پر شاید خوشی ہی نہیں ہے۔ ایسی بات ہرگز نہیں کیونکہ جسے اللہ کے رسولؐ سے محبت ہی نہیں یا آپؐ کی رسالت و بعثت پر خوشی ہی نہیں، وہ فی الواقع مسلمان ہی نہیں۔ البتہ اختلاف صرف اتنا ہے کہ اس خوشی کے اظہار کا شرعی طریقہ کیا ہونا چاہئے۔ اگر کہا جائے کہ جشن، جلوس، میلا داور ہرمن مانا طریقہ ہی جائز ومشروع ہے تو پھر پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ پھر صحابہ کرام کی آنحضرتؐ سے محبت مشکوک ٹھہرتی ہے، اس لئے کہ انہوں نے اظہارِ محبت کے لئے کبھی جشن میلا دنہیں منایا جبکہ آپؐ کے فرمان پر وہ جان دینے سے بھی نہیں گھبرایا کرتے تھے!

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے خوشی اورغمی کی حدود و قیود متعین کردی ہیں جن سے تجاوز ہرگز مستحسن نہیں۔ اس لئے شیعہ حضرات کا شہدائے کربلا کے رنج وغم پر نوحہ و ماتم کرنا، تعزیے نکالنا، سینہ کوبی اور زنجیر زنی کرنا جس طرح دینی تعلیمات کے منافی اور رنج وغم کی حدود سے اِضافی ہے اسی طرح بعض سنّیوں کا ۱۲ ربیع الاول کو یومِ ولادت کی خوشی میں جلوس نکالنا، بھنگڑے ڈالنا، قوالیاں کرنا، رات کو بلاضرورت قمقمے جلانا، چراغاں کرنا اور بے جا اِسراف کرنا بھی دینی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ اس کے باوجود اگر کسی کے نزدیک جشن میلاد 'برحق' ہے تو پھر اسے چاہئے کہ دل پر ہاتھ رکھ کر شیعہ کے نوحہ و ماتم کو بھی برحق کہہ دے!

احادیث کے دلائل

1. صحیح بخاری کے حوالے سے عید میلاد کے جواز کے لئے یہ روایت پیش کی جاتی ہے کہ

"قال عروة وثويبة مولاة لأبي لهب وكان أبولهب اعتقها فأرضعت النبی ﷺ فلما مات أبولهب اريه بعض أهله بشر حيبة قال له ماذا لقيت؟ قال أبولهب لم الق بعدكم غيرانی سقيت فی هذه بعتاقتی ثويبة"

(کتاب النکاح: باب وأمهاتكم اللآتی أرضعنكم)

www.KitaboSunnat.com

''عروہ راوی کا بیان ہے کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی اور ابولہب نے اسے آزاد کردیا تھا۔ اس لونڈی نے نبی اکرم ﷺ کو (بچپن میں) دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب فوت ہوا تو اس کے کسی عزیز نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بری حالت میں ہے تو اس سے پوچھا کہ کیسے گزر رہی ہے؟ ابولہب نے کہا کہ تم سے جدا ہونے کے بعد کبھی آرام نہیں ہوا، البتہ مجھے یہاں (انگوٹھے اور انگشتِ شہادت کے درمیان گڑھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) سے پانی پلا دیا جاتا ہے اور یہ بھی اس وجہ سے کہ میں نے ثویبہ لونڈی کو آزادی بخشی تھی۔''

جواب: ① سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مذکورہ روایت صحیح بخاری کی مسند روایتوں میں شامل نہیں☆ بلکہ ان معلقات میں سے ہے جنہیں امام بخاری بغیر سند کے اَبواب کے شروع

☆ واضح رہے کہ صحیح بخاری میں بنیادی طور پر دو طرح کی روایات ہیں: ایک تو وہ جنہیں امام بخاری نے باقاعدہ متصل اسناد کے ساتھ روایت کیا اور اپنی شرائط کے مطابق انہیں صحیح قرار دیا ہے۔ انہی روایات کی تعداد میں اہل علم کا اختلاف ہے اور تکرار کے ساتھ ان کی تعداد سات ہزار کے لگ بھگ جبکہ بغیر تکرار کے ان کی تعداد چار ہزار بیان کی گئی ہے اور یہی وہ روایات ہیں جن کی صحت پر اُمت کا شروع سے اتفاق چلا آرہا ہے۔ البتہ بعض روایات ایسی ہیں جنہیں امام بخاریؒ نے معلق (شروع، درمیان یا آخر سے سند کو قصداً حذف کرکے) روایت کیا ہے۔ ان کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ ان میں سے تقریباً ڈیڑھ سو کے علاوہ باقی تمام معلق روایات کو امام بخاریؒ نے متصل سند کے ساتھ بھی اپنی صحیح میں دوسرے مقامات پر روایت کیا ہے اس لئے ان کی صحت میں بھی کلام نہیں لیکن جنہیں متصل سند کے ساتھ بخاری نے روایت نہیں کیا، ان کی صحت پر کلام کیا گیا ہے اور ان میں سے بھی بعض تو دیگر اسناد کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہیں جبکہ بعض پر ضعیف کا حکم لاگو ہوتا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری (ص ۱۷ تا ۱۹) میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور فتح الباری (۱۴۵/۹) میں زیر بحث معلق روایت کو مرسل قرار دے کر ناقابل احتجاج قرار دیا ہے۔ اس لئے بخاری کی معلق روایات کی تصحیح وتضعیف کی بحث سے یہ مغالطہ پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ بخاری میں ضعیف روایتیں بھی ہیں بلکہ یہ بعض ضعیف روایتیں صرف ان معلقات میں شامل ہیں جنہیں امام بخاریؒ نے ضمنی طور پر کسی مقصد کے لئے ذکر کیا ہے مثلاً کسی بحث کا عنوان (باب) تجویز کرنے یا کسی تاریخی یا زبان زد عام واقعہ کی طرف اشارہ کرنے یا کسی بات کی تردید کرنے یا ایسے ہی کسی اور جزوی مقصد کے لئے نقل کیا ہے۔ انہیں ذکر کرنے سے ان کا مقصد باقاعدہ ایسی حدیث کی روایت نہیں ہوتا، بلکہ ان کا بطورِ مستند حدیث بخاری میں ذکر نہ ہونا، اس امر کا بھی قرینہ ہوتا ہے کہ یہ روایت امام بخاریؒ کی شرط پر نہیں۔

www.KitaboSunnat.com

میں بیان کردیتے ہیں اور یہ روایت بھی عروہ تابعی سے مرسل مروی ہے اور محدثین کے نزدیک مرسل تابعی حجت نہیں۔

② پھر یہ مرسل روایت اہل سیر کی روایات کے خلاف ہے، اس لئے کہ اکثر و بیشتر اہل سیر کے مطابق ابولہب نے اپنی لونڈی کو آنحضرتؐ کی پیدائش کے کافی عرصہ بعد آزاد کیا تھا مگر اس روایت سے اس کو ولادت نبویؐ کے موقع پر آزاد کرنے کا اشارہ ہے۔ ابن جوزی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں کہ

''ثویبہ آنحضرتؐ کے پاس اس وقت بھی آیا کرتی تھی جب آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کرلی تھی۔ اور ان دنوں بھی یہ ابولہب کی لونڈی تھی مگر اس کے بعد ابولہب نے اسے آزاد کردیا۔'' (الوفا باحوال المصطفیٰ: ص ۱۰۷ ج ۱)

حافظ ابن حجر نے بھی یہ بات ذکر کی ہے۔ (فتح الباری: ۱۴۵/۹ اور الاصابہ: ۲۵۰/۴)

اسی طرح ابن سعد نے طبقات (۱۰۸/۱) میں اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب (۱۲/۱) میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

③ مذکورہ روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب نے ثویبہ کو آنحضرتؐ کی ولادت پر آزاد نہیں کیا لیکن اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اس نے ولادت ہی پر اسے آزاد کیا تھا تو پھر ابولہب کا یہ عمل اس وقت کا ہے کہ جب اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ میرا بھتیجا نبی بنے گا بلکہ آنحضرتؐ کی پیدائش پر اس نے بحیثیتِ چچا اپنی لونڈی آزاد کرکے مسرت کا اظہار کیا اور بچے کی پیدائش پر ایسا اظہارِ مسرت بلا استثناءِ مسلم و غیر مسلم ہر شخص فطری طور پر کیا ہی کرتا ہے۔ چنانچہ ابولہب نے بھی اس فطری مسرت کا اظہار کیا مگر جب آپؐ نے رسالت کا اعلان کیا تو یہی ابولہب آپؐ کی مخالفت میں پیش پیش تھا اور اسی ابولہب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ لہب نازل فرمائی کہ

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾ (سورۂ لہب: ۱ تا ۳)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ (خود) ہلاک ہوگیا۔ نہ تو اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔ وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں داخل ہوگا۔''

www.KitaboSunnat.com

④ پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ محض ایک خواب ہے اور شریعت نے نبی ورسول کے علاوہ کسی کے خواب کو حجت و برہان قرار نہیں دیا۔

❷ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۶۳ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے۔ اس سے بعض لوگ یہ نکتہ رسی کرتے ہیں کہ حضورؐ کی عمر چونکہ ۶۳ سال تھی، اس لئے ہر سال کی خوشی میں آپؐ نے ایک ایک اونٹ ذبح فرمایا۔ اس لئے ہمیں بھی آنحضرتؐ کے یومِ ولادت کی ہر سال خوشی منانا چاہئے۔

جواب: ① پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر چہ اللہ کے رسولؐ نے ۶۳ اونٹ اپنے دست مبارک سے قربان کئے مگر یہ کہاں سے نکل آیا کہ انہیں عید میلاد کی خوشی میں قربان کیا گیا تھا؟

② اگر بالفرض یہ عید میلاد کی خوشی میں ذبح کئے گئے تھے تو پھر عید میلاد ربیع الاوّل کی بجائے ذوالحجہ کو منانی چاہئے کیونکہ یہ واقعہ نو ذوالحجہ کا ہے!

③ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۰۰ اونٹ نحر فرمائے۔ ان میں سے ۶۳ اونٹ تو آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے نحر کئے جبکہ باقی ۳۷ اونٹ حضرت علی نے آپؐ کے حکم سے نحر کئے۔ اس لئے اگر ۶۳ اونٹ آنحضرتؐ کی ۶۳ سالہ زندگی کے ایام ولادت کی خوشی میں ذبح کئے گئے تو باقی ۳۷ اونٹ کس کے یوم ولادت کی خوشی میں تھے؟

❸ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ سوموار کو روزہ رکھا کرتے تھے کیونکہ اس دن آپؐ کی پیدائش ہوئی تھی اور اس دن روزہ رکھنا بطورِ شکرانہ تھا، اس لئے میلاد کی خوشی منانا چاہئے۔ کیونکہ شکرانہ خوشی اور نعمت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔

جواب: ① جن روایات میں سوموار کے روزے کا ذکر ہے، انہی میں یہ صراحت بھی ہے کہ آپؐ جمعرات کا بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس لئے اگر بالفرض سوموار کا روزہ ولادت کی خوشی میں تھا تو پھر جمعرات کا روزہ کس خوشی میں تھا؟

② حقیقت یہ ہے کہ یہ کسی میلا دکی خوشی کا روزہ نہ تھا بلکہ بعض صحابہ کے استفسار پر آپؐ نے سوموار اور جمعرات کے روزے کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ ''ہفتے کے ان دو دنوں میں بندوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال جب

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے حضور پیش ہوں تو میں نے روزہ رکھا ہو۔'' (فتح الباری:۴/۲۳۶)

③ اگر بالفرض آنحضرتؐ سوموار کا روزہ اپنی ولادت کی خوشی میں رکھتے تھے تو پھر چاہئے تو یہ تھا کہ آپؐ سال بھر میں صرف اپنے یومِ تاریخ کا ایک ہی روزہ رکھتے مگر آپؐ تو ہر ہفتے کی سوموار (اور جمعرات) کو روزہ رکھا کرتے تھے.....اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہاں بھی میلاد کی کوئی گنجائش نہیں۔

④ اگر حدیثِ مذکور کی بنا پر خوشی اور میلاد ضروری ہے تو پھر کم از کم میلاد منانے والوں کو اس روز، روزہ رکھنا چاہئے کیونکہ اللہ کے رسولؐ اس روز روزہ رکھا کرتے تھے۔ مگر میلاد منانے والے تو دعوتیں اڑاتے ہیں۔ بقول شخصے ؎ حضور روزہ فرماتے ہیں اور یہ عید مناتے ہیں!

④ بعض بھولے بسرے یہ اعتراض بھی اٹھاتے ہیں کہ اگر یوم اقبال، یوم قائداعظم اور یوم سالگرہ منانا درست ہے تو پھر یومِ میلاد کیوں بدعت ہے؟

جواب: یہ اعتراض تب درست ہوسکتا تھا کہ جب یوم اقبال، یومِ قائد اور سالگرہ وغیرہ منانا دینی اعتبار سے مشروع و جائز ہوتا مگر جب یہ چیزیں بذاتِ خود غیر مشروع ہیں تو انہیں بنیاد بنا کر نئی چیز کیسے مشروع (جائز) ہوجائے گی؟

اسلام میں ایام پرستی کا کوئی تصور نہیں۔ اگر ایام پرستی کا اسلام نے لحاظ رکھا ہوتا تو ہر روز کسی نہ کسی نبی، ولی اور عظیم واقعہ کی یاد میں ایک نہیں، سینکڑوں جشن منانا پڑتے اور اُمت مسلمہ کو سال بھر ایام پرستی ہی سے فرصت نہ مل پاتی۔

علاوہ ازیں یوم اقبال اور یوم قائد وغیرہ منانے والے کیا اسلامی شریعت میں ایسا امتیازی مقام رکھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے اس فعل کو دین و حجت قرار دے دیا جائے؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر اسے بنیاد بنا کر عیدِ میلاد کا جواز کشید کرنا بھی درست نہیں بلکہ یہ تو 'بناء فاسد علی الفاسد' ہے!

اسی طرح بچوں کی سالگرہ منانا غیر مسلموں کی نقالی ہے۔ اسلام میں اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔ اور ویسے بھی یہ غیر معقول رسم ہے کہ ایک طرف کل عمر سے ایک سال کم ہو رہا ہے اور دوسری طرف اس پر خوشی منائی جارہی ہے۔ علاوہ ازیں غیر مسلموں کی تہذیب وتمدن اور

www.KitaboSunnat.com

خاص شعار پر مبنی کسی چیز میں نقالی کرنا کبیرہ گناہ ہے۔جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

"من تشبّه بقوم فهو منهم....." (ابوداؤد:۴۰۳۱)

''جس نے کسی (غیر مسلم) قوم کی نقالی کی وہ انہی میں شمار ہوگا۔''

بدعتِ عیدمیلاد؛ علماے کرام کی نظر میں

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

فرماتے ہیں کہ

"لم يفعله السلف الصالح مع قيام المقتضى له وعدم المانع منه ولو كان هذا خيرا محضا أو راجحا لكان السلف أحق به منا فانهم كانوا أشد محبة لرسول اللهؐ وتعظيما له منا وهم على الخير أحرص وإنما كمال محبته وتعظيمه فى متابعته وطاعته واتباع امره وإحياء سنته باطنا وظاهرا ونشرما بعث به والجهاد على ذلك بالقلب واليد واللسان فإن هذه طريقة السابقين الأولين المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان" (اقتضاء الصراط المستقيم: ص۲۹۵)

''سلف صالحین نے محفل میلاد کا انعقاد نہیں کیا حالانکہ اس وقت اس کا تقاضا تھا اور اس کے انعقاد میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔ اگر یہ محض خیر و بھلائی ہی کا کام ہوتا یا اس میں خیر کا پہلو راجح ہوتا تو سلف صالحین اسے حاصل کرنے کے لئے ہم سے زیادہ حقدار تھے۔ وہ ہماری نسبت اللہ کے رسولؐ سے بہت زیادہ محبت اور تعظیم وتکریم کرنے والے اور نیکی کے کاموں میں ہم سے زیادہ رغبت کرنے والے تھے۔ آپؐ سے محبت وتکریم کا معیار یہ ہے کہ آپؐ کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے، آپؐ کی سنت کو ظاہری اور باطنی طور پر زندہ کیا جائے اور آپ کے لائے ہوئے دین کو آگے پھیلایا جائے اور اس مقصد کے لئے دل، ہاتھ اور زبان سے جہاد کیا جائے۔ مہاجرین وانصار جیسے ایمان میں سبقت کرنے والوں اور ان کی اچھے طریقے کے ساتھ پیروی کرنے والوں کا یہی طریقہ تھا۔''

www.KitaboSunnat.com

تاج الدین الفاکہانیؒ

شیخ تاج الدین عمر بن علی الفاکہانیؒ رقم طراز ہیں کہ

''بہت سے لوگوں نے بار بار مجھ سے عید میلاد النبیؐ کے بارے میں پوچھا کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے یا یہ دین میں ایک بدعت ہے؟ تو میں نے کہا کہ کتاب وسنت سے اس میلاد کی کوئی دلیل مجھے نہیں ملی اور علمائے اُمت جو دین میں ایک نمونہ اور سلف کے آثار پر گامزن رہنے والے تھے، ان میں سے بھی کسی سے اس کی مشروعیت منقول نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بدعت ہے جسے باطل پرستوں، خواہش نفس کے پجاریوں اور پیٹ پرستوں نے گھڑا ہے۔''

(الحاوی للفتاوی: ج۱ر ص۱۹۰،۱۹۱)

ابن الحاجؒ

ابوعبداللہ محمد بن محمد العبدری المعروف بابن الحاج رقم طراز ہیں کہ

"ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشعائر ما يفعلونه فی شهر ربيع الأول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات" (المدخل: ج۲ر ص۲۲۹)

''لوگوں کی جاری کردہ بدعات میں سے ایک بدعت ربیع الاول میں محفل میلاد کا قیام ہے۔ اس بدعت کو اختیار کرنے والے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ ایک سب سے بڑی عبادت اور شعائر اسلامیہ کے اظہار کا عمل ہے۔ حالانکہ یہی بدعت میلاد مزید کئی بدعات ومحرمات پر بھی مشتمل ہے۔'' نیز فرماتے ہیں کہ:

''محفل میلاد کے موقع پر اگر سماع وغنا کا بھی انتظام ہو تو یہ ظلمات بعضها فوق بعض کی طرح ہے۔ اور اگر محفل میلاد سماع وغنا اور دیگر مفاسد سے مبرا ہو اور صرف لوگوں کے لئے میلاد کی نیت سے کھانے کا انتظام ہو تو تب بھی یہ بدعت ہے کیونکہ یہ دین میں اضافہ ہے۔ سلف صالحین کے ہاں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، حالانکہ سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنا ہی زیادہ بہتر ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

مجدد الفِ ثانیؒ

موصوف اپنے کسی عقیدت مند کو عیدِ میلاد کے حوالہ سے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ

''بہ نظر انصاف بینند اگر فرضا حضرت ایشاں دریں اوان در دنیا زندہ می بودند و ایں مجلس و اجتماع منعقد مے شد آیا بہ ایں راضی مے شدند و ایں اجتماع را مے پسندیدند یا نہ؟ یقین فقیر آں است کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نہ فرمودند بلکہ انکار مے نمودند مقصود فقیر اعلام بود قبول کنید یا نہ کنید ہیچ مضائقہ نیست و گنجائش مشاجرہ نہ۔ اگر مخدوم زادگان و یاران آنجاں برہماں وضع مستقیم باشند ما فقیراں را از صحبت ایشاں غیر از حرماں چارہ نیست'' (مکتوب ۲۷۳، دفتر اول، حصہ پنجم ص ۲۴، نور کمپنی لاہور)

''انصاف سے دیکھئے اور بتایئے کہ اگر اس زمانے میں خود حضرت (نبی اکرم ﷺ) دنیا میں زندہ ہوتے تو کیا آپؐ اس مجلس میلاد کو پسند فرماتے؟ اور اس سے خوش ہوتے؟ فقیر کو یقین ہے کہ آپؐ ہرگز اس کو جائز نہ سمجھتے بلکہ اس سے منع ہی فرماتے۔ فقیر کا کام تو بس مطلع کرنا ہے۔ لہٰذا آپ اسے قبول کریں یا ردّ، مجھے کوئی پرواہ نہیں اور نہ اس میں لڑائی جھگڑے کی کوئی گنجائش ہے۔ لیکن اگر آپ گذشتہ روش ہی پر رہے اور اسی حالت پر آپ کو اصرار رہا تو فقیر کو سوائے ترکِ ملاقات کے کوئی چارہ نہ ہوگا۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

آپ سے سوال کیا گیا کہ ربیع الاوّل کے دنوں میں حضورؐ کی روحِ مبارک کو مختلف انواع کے کھانے کھلانے سے ثواب پہنچانا جائز ہے؟ تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا کہ

''اس کام کیلئے وقت اور دن کا تعین کرنا اور مہینہ خاص کرنا بدعت ہے اور سنت کے مخالف ہے اور سنت کی مخالفت حرام ہے لہٰذا یہ بالکل جائز نہیں۔'' (فتاویٰ عزیزیہ: ص ۹۳)

نیز ''کسی پیغمبر کی ولادت کے دن کو عید کی طرح منانا جائز نہیں۔'' (تحفۂ اثنا عشریہ)

عبدالسمیع رام پوری (خلیفہ احمد رضا خان بریلویؒ)

موصوف فرماتے ہیں کہ

''یہ سامانِ فرحت و سرور اور وہ بھی مخصوص مہینے ربیع الاول کے ساتھ اور اس میں خاص وہی بارہواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا، یعنی چھٹی صدی کے آخر میں۔''

(انوارِ ساطعہ: ص ۱۵۹)

www.KitaboSunnat.com